هو الحبیب الذی ترجیٰ شفاعته لکل هول من الأهوال مقتحم

التوسل بسید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف

حبیب الامت عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور سنجرپور اعظم گڑھ یوپی

خلیفہ ومجاز بیعت

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری

ناشر

مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دارالعلوم

مہذب پور پوسٹ سنجرپور ضلع اعظم گڑھ یوپی (انڈیا)

هو الحبيب الذی ترجی شفاعته

لکل هول من الأهوال مقتحم

التوسل بسید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم

(اللہ کے رسول ؐ کو وسیلہ بنانے کا حکم)

تالیف

حبیب الامت عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی

بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

ناشر

مکتبہ الحبیب،

جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

نام کتاب: التوسل بسید الرسل ﷺ
مصنف: حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
صفحات: ۵۶
سن اشاعت اول: ۱۶/۶/۱۴۱۳ھ-۱۲/۱۲/۱۹۹۲ء
سن اشاعت دوم: مارچ ۲۰۲۲ء
قیمت: 50
ناشر: مکتبۃ الحبیب، جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور
پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

ملنے کا پتہ

۱- مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ، یوپی

فہرست

صفحہ	عناوین	نمبر شمار
۹	پیش لفظ	۱۔
۱۱	تنقیح مسئلہ	۲۔
۱۲	ایک شبہ کا ازالہ	۳۔
۱۲	توسل کی ایک صورت	۴
۱۳	قاضی عیاض کا ارشاد	۵
۱۵	اثبات توسل کے دلائل	۶
۱۵	دلیل نمبر (۱)	۷
۱۶	علامہ بوصیری کا ارشاد	۸
۱۶	دلیل نمبر (۲)	۹
۱۷	تفسیر مدارک کی وضاحت	۱۰
۱۸	ایک اعرابی کا واقعہ	۱۱
۱۸	ایک اشکال اور اس کا جواب	۱۲
۱۹	علامہ سبکی کا جواب	۱۳
۲۰	صاحب جذب القلوب کا ارشاد	۱۴

۱۵	علامہ صدیق حسن خاں کی وضاحت	۲۰
۱۶	دلیل نمبر (۳)	۲۱
۱۷	صاحب مدارج النبوۃ کا ارشاد	۲۱
۱۸	دلیل نمبر (۴)	۲۱
۱۹	آپ ﷺ کی ذات بچپن سے وسیلہ تھی	۲۲
۲۰	دلیل نمبر (۵)	۲۳
۲۱	حضرت صالح بن حسن کے اشعار	۲۴
۲۲	دلیل نمبر (۶)	۲۶
۲۳	حضرت شاہ عبدالغنی کا ارشاد	۲۷
۲۴	دلیل نمبر (۷)	۲۷
۲۵	قاضی عیاض کا ارشاد	۲۸
۲۶	ملاعلی قاری کا ارشاد	۲۸
۲۷	دلیل نمبر (۸)	۲۹
۲۸	دلیل نمبر (۹)	۳۰
۲۹	دلیل نمبر (۱۰)	۳۰
۳۰	حضرت امام مالک کا ارشاد	۳۱
۳۱	خلاصۂ دلائل	۳۱
۳۲	اسلاف واکابرین کی آراء	۳۳

۳۳	(۱) علامہ آلوسی کی رائے	۳۳
۳۴	(۲) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی رائے	۳۳
۳۵	(۳) شیخ تبریزی کی رائے	۳۴
۳۶	(۴) حضرت مجدد الف ثانی کی رائے	۳۴
۳۷	(۵) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی رائے	۳۵
۳۸	توسل کے بارہ میں اسلاف واکابرین کی تحریرات	۳۶
۳۹	ا۔ حضرت شیخ الہند تحریر فرماتے ہیں	۳۷
۴۰	۲۔ حضرت مولانا وصیت علی صاحب کی تصویب	۳۷
۴۱	۳۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی تصدیق	۳۷
۴۲	۴۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں	۳۸
۴۳	۵۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی توسل کے استحسان کے قائل تھے	۳۹
۴۴	۶۔ حضرت مولانا محمد امین صاحب کی تحسین	۳۹
۴۵	۷۔ حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب کی تصویب	۳۹
۴۶	۸۔ حضرت موانا منفعت علی صاحب تحریر فرماتے ہیں	۳۹
۴۷	۹۔ حضرت مولانا شاہ محمد عمر صاحب رقمطراز ہیں	۴۰
۴۸	۱۰۔ صاحب تفسیر حقانی حضرت مولانا عبد الحق صاحب لکھتے ہیں	۴۰
۴۹	منکرینِ حدیث کے دلائل کے جوابات	۴۳
۵۰	منکرین توسل کی دلیل (۱)	۴۳

۵۱	انکار توسل کی دلیل کا جواب	۴۳
۵۲	حضرت ابوبکرؓ کے عمل کے جواب کی تائید	۴۴
۵۳	خلاصۂ جواب	۴۵
۵۴	علامہ سبکی کا جواب	۴۵
۵۵	حافظ ابن حجر کا اعتراف	۴۵
۵۶	منکرین توسل کی دلیل (۲)	۴۶
۵۷	دلیل نمبر (۲) کا جواب	۴۶
۵۸	حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کا جواب	۴۷
۵۹	خلاصۂ جواب	۴۷
۶۰	ابن تیمیہ کا اعتراف	۴۸
۶۱	ابن تیمیہ کے عقائد	۴۸
۶۲	تعارف حضرت حبیب الامت دامت برکاتہم	۵۰
۶۳	تعارف حبیب الفتاوی	۵۳
۶۴	تعارف تصانیف حضرت حبیب الامت	۵۵

پیش لفظ

زیر نظر کتاب دُعاء میں توسل کے سلسلہ میں ہے، حضرت نبی پاک ﷺ یا اولیاءواسلاف سے توسل جائز ہے یا نہیں؟ بالخصوص حضور پاک ﷺ سے توسل دنیا سے روپوش ہوجانے کے بعد درست ہے یا نہیں؟ ایک زمانہ سے اسلاف دعاء بالتوسل کے قائل رہے ہیں اور دعاء میں توسل کو مستحسن قرار دیا گیا ہے، سلف اور خلف میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا، سب سے پہلے ابن تیمیہ نے دعاء بالتوسل کا انکار کر کے امت میں اختلاف کی ایک نئی راہ پیدا کر دی چنانچہ علامہ شامی بحوالہ علامہ سبکی لکھتے ہیں:

"وقال السبكي يحسن التوسل بالنبي إلى ربه ولم ينكر أحد من السلف ولا الخلف إلا ابن تيمية فابتدع ما لم يقل عالم قبله"۔

چنانچہ اس کے بعد بالتدریج اس مسئلے نے زور پکڑا تا آنکہ آج امت کا ایک اچھا خاصا طبقہ جو اپنے کو متبع رسول کہتا ہے اور آپ کے ارشادات کا سب سے زیادہ حقدار ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ بھی اس بات کا منکر ہے کہ حضور پاک ﷺ سے توسل آپ کے وصال کے بعد جائز ہے، منکرین کے نزدیک سب سے اہم اور بنیادی و مستحکم روایت جس سے وہ استدلال کرتے ہیں حضرت عمرؓ کا استسقاء کے لئے حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنانا ہے الفاظ یہ ہیں:

"اللهم إنا كنا نتوسل إليك بنبينا ﷺ فتسقينا وإنا نتوسل

إلیک بعمّ نبینا فاسقنا" (مشکوۃ شریف و بخاری شریف ۱/۱۳۷)۔

اگر توسل بالاموات بالخصوص حضور پاک ﷺ سے توسل وصال کے بعد جائز ہوتا تو حضرت عمر فاروقؓ حضرت رسول پاک ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کو وسیلہ نہ بناتے۔

زیر نظر کتاب میں پہلے مسئلہ کی تنقیح کی گئی ہے اس کے بعد حضور پاک ﷺ سے وصال کے بعد توسل کے جواز بلکہ استحسان پر آیات و روایات سے دلائل پیش کئے گئے ہیں پھر حضرات اسلاف کا تعامل اور اسلاف و اکابرین کی تحریرات اس سلسلہ میں نقل کی جائیں گی اخیر میں منکرین توسل کے شبہات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔
دعاء ہے اللہ پاک اس کاوش کو قبول فرمائے اور ذریعۂ نجات بنائے۔

فقط

مفتی حبیب اللہ قاسمی

شیخ الحدیث وصدر مفتی

بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ

۱۵/۵/۱۴۱۳ھ

تنقیح مسئلہ

دعاء میں توسل کا حاصل یہ ہے کہ دعاء کرنے والا اللہ پاک سے اپنی حاجتیں بیان کرنے کے بعد ان الفاظ کے ساتھ اپنی دعاء کو ختم کرے کہ اے اللہ میری دعاء حضور پاک ﷺ کے صدقہ اور طفیل میں قبول فرما، یا یوں کہے کہ اے اللہ میری دعاء حضرات صحابہ کے صدقہ اور طفیل میں قبول فرما، یا یوں کہے کہ اے اللہ اپنے صالح اور مقبول بندوں کے طفیل میں قبول فرما، لیکن یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ توسل میں دعا بزرگوں سے نہیں کی جاتی بلکہ براہ راست اللہ تعالی سے کی جاتی ہے لہذا جس طرح زندوں سے توسل جائز ہے اسی طرح اموات سے بھی توسل درست ہے بالخصوص حضور پاک ﷺ سے وصال کے بعد بھی توسل میں کوئی کلام نہیں کیونکہ اس کی حقیقت دراصل یہ دعاء کرنا ہے یا اللہ میرا تو کوئی عمل ایسا نہیں جس کو میں آپ کی بارگاہ عالی میں پیش کر کے اس کے وسیلہ سے دعاء کروں البتہ اللہ کے رسول ﷺ جو آپ کے محبوب ہیں یا فلاں بندہ جو آپ کی بارگاہ میں مقبول ہے مجھے ان سے محبت اور عقیدت ہے پس اے اللہ آپ اس محبت اور عقیدت کی لاج رکھتے ہوئے میری دعاء قبول فرمالیجئے اور اس انداز سے دعاء میں یقیناً عبدیت اور تواضع زیادہ ہے شیخ سعدی کے اس شعر کا یہی مطلب ہے ۔

خدایا بحق بنی فاطمہ | کہ برقول ایماں کنی خاتمہ

ایک شبہ کا ازالہ:

لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ توسل کے بعد دعاء کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو سنتے نہیں یا وسیلہ سے جو دعاء کی جائے اس دعاء کو قبول کرنا اللہ کے لئے ضروری ہے بلکہ صرف اتنی بات ہے کہ وسیلہ سے جو دعاء کی جاتی ہے اس کی قبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ دعاء میں توسل جائز ہی نہیں خواہ حضور پاک ﷺ ہی سے توسل کیوں نہ ہو جیسا کہ بہت سے لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں۔ البتہ وسیلہ کا مطلب یہ سمجھنا کہ ہماری رسائی اللہ تک براہ راست نہیں ہوسکتی اس لئے ہمیں جو کچھ کہنا ہو پہلے ہم اللہ کے مقبول بندوں کے سامنے پیش کریں یا حضور پاک ﷺ سے کہیں اور جو کچھ مانگنا ہو ان ہی سے مانگیں چنانچہ بہت سے مزارات پر ان الفاظ کے ساتھ لوگ دعائیں کرتے ہیں۔ اے غوث اے قطب اے داتا۔ میری فلاں بگڑی بنادے مجھ کو اولاد دیدے۔ یہ بالکل غلط اور سو فیصد جہالت اور شرعی اعتبار سے ممنوع و مذموم ہے۔

توسل کی ایک صورت:

توسّل کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اپنی حاجات اولیاء اللہ سے جو کہ دنیا سے جا چکے ہیں براہ راست نہ مانگی جائیں البتہ ان سے یہ کہا جائے اے غوث اے قطب آپ اللہ کی بارگاہ میں ہماری حاجت روائی کی سفارش کردیں دعاء کردیں۔ مُردوں

سے اس طرح کا توسل بھی ممنوع اور غلط ہے البتہ کسی زندہ سے اس طرح کی درخواست میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ مسنون و مستحسن ہے، چنانچہ ایک بار حضرت عمرؓ عمرہ کے لئے جارہے تھے تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''یا أخی لا تنسنا فی دعائک'' (مسند احمد ۱/۳۹)، یعنی اے میرے بھائی اپنی دعاؤں میں ہمیں نہ بھولنا، البتہ اس انداز کا توسل حضور پاک ﷺ سے ہو تو وصال کے بعد بھی اس میں کوئی کلام نہیں بلکہ اہل علم کے نزدیک یہ مستحسن ہے چونکہ صحیح عقیدہ کے مطابق حضور پاک ﷺ کی حیات اور آپ کا سماع ثابت ہے۔ اسی وجہ سے حضور پاک ﷺ کی تعظیم وتوقیر حیات کی حالت میں جس طرح قابل لحاظ تھی وصال کے بعد بھی اسی طرح تعظیم وتوقیر لازم وضروری ہے۔

قاضی عیاض کا ارشاد:

چنانچہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ''اعلم أن حرمة النبی ﷺ بعد موته وتوقیره وتعظیمه لازم کما کان حال حیاته'' (۱/۳۹)، دوسری جگہ قاضی عیاض: ''وما أرسلناک إلا رحمة للعالمین'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''فکانت حیاته رحمة ومماته رحمة''، یعنی آپ کی حیات طیبہ جس طرح پورے عالم کے لئے رحمت تھی اسی طرح وصال مبارک بھی پورے عالم کے لئے رحمت ہے جیسا کہ حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حیاتی خیر لکم وموتی خیر لکم''، یعنی جس طرح میری زندگی تمہارے لئے خیر ہے اسی طرح میری موت

بھی تمہارے لئے خیر ہے (ص ۱۵)۔اس سے معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ بر بناء رحمت پوری زندگی امت کے لئے وسیلہ تھے اسی طرح وصال کے بعد بھی بر بناء رحمت پوری امت کے لئے وسیلہ ہیں۔غرضیکہ اللہ کے رسول ﷺ بلاتفریق موت وحیات پورے عالم کے لئے ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔

☆☆☆
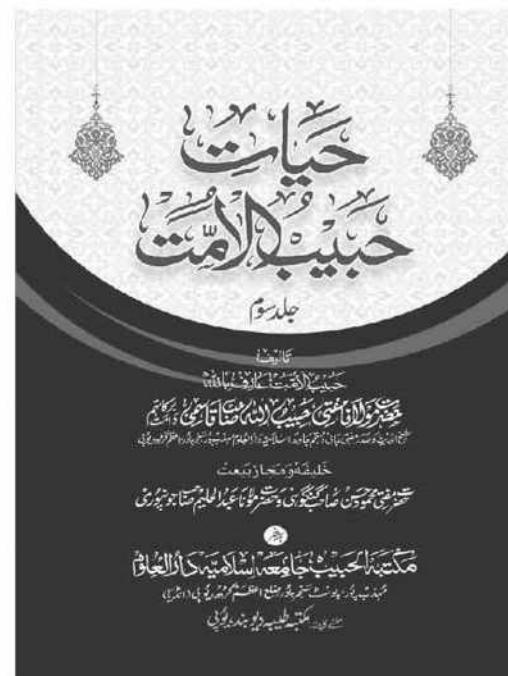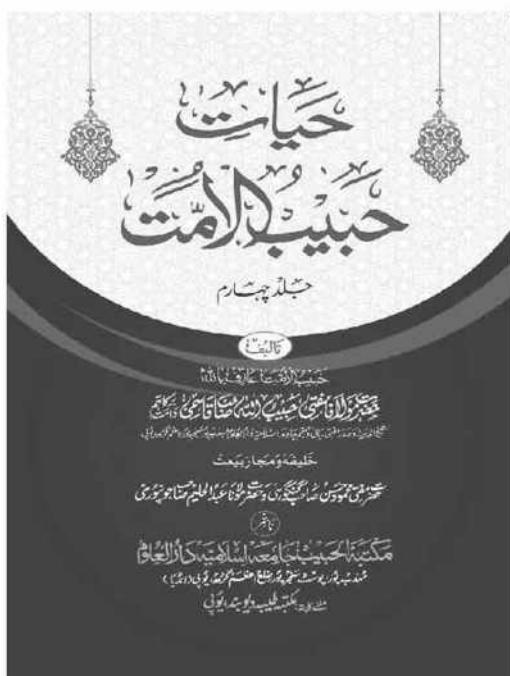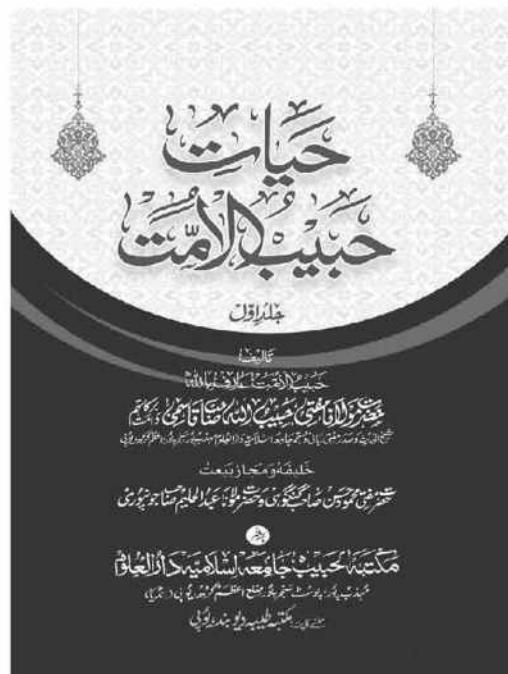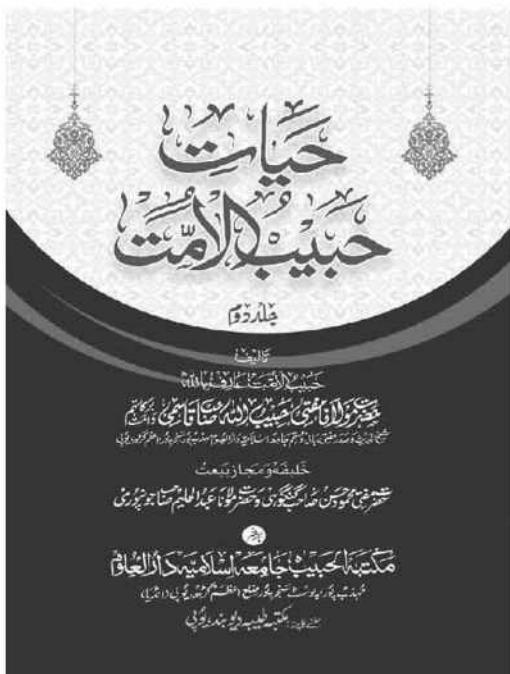
اثبات توسل کے دلائل

دلیل نمبر (۱):

”یاأیها الذین آمنوا اتقوا الله وابتغوا إلیه الوسیلة وجاهدوا فی سبیله لعلکم تفلحون“۔اے ایمان والو اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اللہ تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو اور اس کے راستے میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح یاب ہو جاؤ۔اس آیت میں اگر وسیلہ سے مراد خاص شخص لیا جائے تو اس آیت سے وسیلہ کا استحباب عبارۃ النص سے ثابت ہوتا ہے، چنانچہ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ نے اپنی کتاب ”رسالہ امامت“ میں وسیلہ سے خاص شخص ہی مراد لیا ہے۔فرماتے ہیں: ”مراد از وسیلہ شخصے است کہ اقرب الی اللہ باشد در منزلت“ یعنی وسیلہ سے مراد ایسا شخص ہے جو مرتبہ میں اللہ سے بہت قریب ہو، القول الجمیل کی شرح میں بحوالۂ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ مولانا خرم علی صاحب نے وسیلہ کی تفسیر خاص شخص ہی سے کی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں:”وابتغوا إلیه الوسیلة“ سے مراد عمل صالح نہیں کیونکہ اتقوا اللہ میں عمل صالح آ گیا لہذا وسیلہ سے مراد خاص شخص ہی لیا جائے گا اور ظاہر سی بات ہے مرتبہ میں اللہ کے نزدیک سرکارِ دو عالم ﷺ سے بڑھ کر کون ہوسکتا ہے۔

علامہ بوصیری کا ارشاد

اسی وجہ سے علامہ بوصیری فرماتے ہیں ۔

فمبلغ العلم فیه انه بشرٌ
وانه خیر خلق الله کُلهِم

یعنی اللہ کے رسول ﷺ کے سلسلہ میں منتہائے علم یہ ہے کہ آپ بشر ہیں لیکن اسی کے ساتھ آپ خیر البشر بھی ہیں یہی وہ بات ہے جو حدیث ابوہریرہ میں بھی مذکور ہے آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا کہ مجھے جنت کے حلّوں میں سے ایک حُلّہ پہنایا جائے گا اور میں عرش کے داہنی طرف کھڑا ہوں گا، ”ولیس أحد من الخلائق یقوم ذلک المقام غیری“۔ اس مقام پر میرے علاوہ کھڑا ہونے کے لائق پوری مخلوق میں کوئی نہیں ہوگا۔ اس سے واضح انداز میں یہ بات سامنے آگئی کہ آپ خیر البشر بھی ہیں اور افضل المخلوقات بھی، اکمل الانبیاء بھی ہیں اور اقرب الی اللہ بھی پھر آپ سے توسل کے جواز بلکہ استحباب میں کوئی کیا کلام کرسکتا ہے۔

دلیل نمبر (۲):

”ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاؤک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله تواباً رحیماً“۔

اور اگر وہ لوگ جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا فوراً آپ کے پاس آتے اور

اللہ سے استغفار کرتے اور رسول ﷺ بھی ان کے لئے استغفار کرتے تو اللہ کو معاف کرنے والا اور مہربان پاتے۔

اس آیت کریمہ سے بھی توسل ثابت ہوتا ہے۔

تفسیر مدارک کی وضاحت

چنانچہ تفسیر مدارک میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب مدارک لکھتے ہیں:

”ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم بالتحاكم إلى الطاغوت جاؤک تائبين من النفاق معتذرين عما ارتكبوا من الشقاق فاستغفروا الله من النفاق والشقاق واستغفر لهم الرسول بالشفاعة لوجدوا الله تواباً لعلموه تواباً أى لتاب عليهم ولم يقل واستغفرت لهم عدل عنه إلى طريق الالتفات تفخيماً لشأن رسول الله ﷺ وتعظيماً لاستغفاره وتنبيهاً على أن شفاعة من اسمه الرسول من الله بمكان رحيماً بهم. قيل جاء أعرابى بعد دفنه عليه السلام فرمى بنفسه على قبره وحثى من ترابه على رأسه وقال يا رسول الله قلت فسمعنا وكان فيما أنزل عليک ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم الآية وقد ظلمت نفسى وجئتک استغفر الله ذنبى واستغفر لى ربى فنودى من قبره قد غفر لک“۔

یعنی اگر وہ لوگ جنہوں نے طاغوت کو حَکَم بنا کر اپنے اوپر ظلم کیا تھا آپ کے پاس نفاق سے تائب ہو کر اور جس شقاق کا ارتکاب کیا تھا اس سے معذرت خواہ ہو کر

آتے پھر اللہ سے نفاق وشقاق کی مغفرت چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت کی سفارش کرتے تو وہ لوگ اللہ کو توّاب پاتے یعنی اللہ ان کی توبہ قبول کر لیتا استغفرت لہم کے بجائے واستغفر لہم الرسول کی طرف عدول کرنا رسول کی شان کی تفخیم اور رسول کے استغفار کی تعظیم کے ساتھ اس بات پر تنبیہ ہے کہ رسول سے سفارش کرنے کے بعد اللہ کی رحمت اس کی طرف ضرور متوجہ ہوتی ہے۔

ایک اعرابی کا واقعہ

اللہ کے رسول ﷺ کے وصال کے بعد کا واقعہ ہے کہ ایک اعرابی روضۂ اقدس پر حاضر ہوا اور والہانہ انداز میں بے تاب ہو کر اپنے کو قبر مبارک پر ڈال دیا اور فرطِ محبت میں قبر مبارک کی خاک اپنے سر پر ڈالنے لگا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ جو کچھ آپ نے فرمایا ہم نے سنا آپ پر منزّل آیتوں میں سے ایک آیت یہ بھی ہے۔"ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم"الآیہ۔اب میں حاضر ہوں اس حال میں کہ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے میں اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں میرے رب سے میرے لئے آپ بھی مغفرت کی درخواست کر دیں چنانچہ اس کے بعد قبر مبارک سے آواز آئی کہ تیرے گناہ معاف کر دیئے گئے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

بعض حضرات کو اس آیت سے استدلال میں کلام ہے ان کا کہنا ہے کہ یہ حکم

موت کے بعد کے لئے نہیں بلکہ صرف حیات طیبہ کے ساتھ خاص ہے۔لیکن ان حضرات کا یہ قول بہ چند وجوہ غلط ہے۔

ا- صاحب مدارک نے جس سیاق وسباق کے تحت اعرابی کا قصہ نقل کیا ہے اس سے واضح انداز میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی حیات طیبہ کے ساتھ یہ خاص نہیں بلکہ وفات کے بعد بھی اسی طرح باقی ہے جس طرح حیات میں،صاحب مدارک کے اسلوب سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔

علامہ سبکی کا جواب:

۲۔علامہ تقی الدین سبکی نے اس آیت کے سلسلے میں شفاء الاسقام میں یہ لکھا ہے:"والآية وإن وردت في أقوام معينين في حالة الحياة فتعم بعموم العلة كل من وجد فيه ذلك الوصف في الحياة وبعد المماة ولذلك فهم العلماء من الآية العموم في الحالتين"۔

یعنی اگر چہ مورد کے اعتبار سے یہ آیت خاص ہے حیات طیبہ میں معین قوم کے ساتھ مگر عموم علت کے تحت حیات وممات دونوں کو عام ہے اسی وجہ سے علماء نے بھی قاعدہ کے مطابق دونوں حالتوں کا عموم سمجھا ہے۔حافظ ابن کثیر نے بھی قدرے الفاظ کے تفاوت کے ساتھ اعرابی کے قصہ کو اپنی تفسیر میں نقل فرمایا ہے جس میں دو اشعار بھی منقول ہیں کہ اعرابی نے یہ اشعار بھی پڑھے۔

يا من دفنت بالقاع اعظمه –فطاب من طيبهن القاع والاكم

نفسی الفداء لقبرانت ساکنه -فیه العفاف وفیه الجود والکرم

صاحب جذب القلوب کا ارشاد:

۳۔صاحب جذب القلوب اس آیت کریمہ کے سلسلے میں بحوالۂ علامہ تاج الدین سبکی تحریر فرماتے ہیں ''ایں آیت کریمہ دلالت دارد بر حث وترغیب حضور درگاہ رسالت پناہ وسوال مغفرت درآں جناب اجابتِ مآب وطلب استغفار از وے ﷺ وایں رتبۂ عظیمہ است کہ ابداً انقطاع پذیر نیست از جہت استواء حالتِ موت وحیات نسبت بہ سرور کائنات ﷺ وثبوت استغفار آنحضرت مرامت رابعد از موت نزد عرض ملائکہ اعمال ایشاں مروے ﷺ''۔

ان ساری عبارتوں سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ دعاء مغفرت اور سفارش آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ رتبۂ عظیمہ جس طرح آپ کو حیات مبارکہ میں ملا تھا اسی طرح وصال کے بعد بھی باقی ہے۔

علامہ صدیق حسن خاں کی وضاحت:

ممکن ہے کہ کسی کو یہ شبہ ہو کہ اس آیت سے توسل تو ثابت نہیں ہوا، تو اس کے جواب میں نواب صدیق حسن خاں صاحب کی وہ عبارت جو ان کی تفسیر ''فتح البیان'' میں موجود ہے انھیں کے الفاظ میں نقل کرتا ہوں، ''ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاءوک'' کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں: ''جاءوک متوسلین إلیک تائبین من النفاق'' اس عبارت سے توسل اور وسیلہ کی تائید ہوتی ہے۔

دلیل نمبر (۳):

اللہ کے رسول ﷺ کے وصال کے بعد توسل کے ثبوت کی تیسری دلیل صحابی رسول حضرت خالد بن ولیدؓ کا عمل ہے قاضی عیاضؒ نے اپنی مشہور کتاب شفاء میں بحوالہٗ امام بیہقی یہ حدیث نقل کی ہے جو سند کے اعتبار سے قابل اعتبار ہے امام بیہقی علیہ الرحمہ نے بھی اس کی سند پر جرح نہیں کی ہے الفاظ یہ ہیں: "إنه كانت شعرة من شعره ﷺ في قلنسوة خالد بن وليد فلم يشهد لها قتالاً إلا رزق النصر"۔ یعنی حضرت خالد بن ولیدؓ کا معمول یہ تھا کہ حضور پاک ﷺ کے موئے مبارک کو اپنی ٹوپی میں رکھ کر دشمنوں کے مقابلے کے لئے نکلتے تھے اور مشکل سے مشکل جنگ میں فتح یاب ہو کر لوٹتے تھے اس طرح اللہ کے رسول ﷺ سے توسل ایک جلیل القدر صحابی کا وصال کے بعد بھی ثابت ہے جس میں کسی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں۔

صاحب مدارج النبوۃ کا ارشاد:

صاحب مدارج النبوۃ نے بھی حضرت خالدؓ کے اس معمول کا تذکرہ جنگ یرموک کے تذکرے کے تحت کیا ہے جس میں حضرت خالدؓ کی ٹوپی سے ریش مبارک گم ہو گیا تھا، لکھتے ہیں: ''وآمدہ کہ خالد بن ولیدؓ گم کرد کلاہ خود را یوم یرموک پس گفت جوئید و تفحص کنید کلاہ را پس جستند و نیافتند''۔

دلیل نمبر (۴):

علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں بحوالہٗ ابن عساکر نقل کیا ہے کہ ایک بار

لوگ سخت قسم کے قحط میں مبتلا ہو گئے قریش نے ابوطالب سے درخواست کی قحط کی وجہ سے لوگ تباہ ہورہے ہیں بارش کے لئے دعاء کیجئے راوی کا بیان ہے کہ ابوطالب دعا کے لئے نکلے اور آپ کے ہمراہ ایک خوبصورت بچہ تھا، جیسے بادل میں سے آفتاب نکلا ہو اور دوسرے بچے بھی ان کے اردگرد تھے ابوطالب نے اس بچے کی کمر کعبہ سے لگادی اور بچے نے اپنی انگلی سے پانی مانگا اس وقت آسمان صاف تھا اس کے بعد ہی اچانک بادل پھرنے لگا اور اتنی بارش ہوئی کہ نالے بہہ پڑے اور جنگل سرسبز وشاداب ہو گئے اسوقت ابوطالب نے اس بچہ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے ۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتٰمی عصمة للارامل

(مواہب لدنیہ ۱/۴۸)

وہ ایسا پاکیزہ خوبصورت ہے کہ اس کے چہرۂ مبارکہ یا ذات مبارکہ کے وسیلہ سے قحط کے وقت بارش طلب کی جاتی ہے وہ یتیموں کے واسطے پناہ بیوہ محتاج عورتوں کی عفت کا سبب ہے۔

آپ ﷺ کی ذات بچپن سے وسیلہ تھی:

آپ کی ذات مقدسہ بچپن ہی سے لوگوں کے لئے وسیلہ رہی جس طرح آپ کی پوری زندگی وسیلہ رہی موت کے بعد بھی آپ وسیلہ ہیں بلکہ دنیا میں آنے کے پہلے بھی وسیلہ رہے چنانچہ علامہ قسطلانی نے بحوالہ محدثین حضرت کعب احبارؓ کی روایت نقل کی ہے "وکان المطلب یفوح منه رائحة المسک الاذخر ونور رسول

اللہﷺ فیتقربون به إلى الله تعالى ويسئلونه أن يسقيهم الغيث فكان يغيثهم ويسقيهم ببركة نور محمدﷺ غيثاً عظيماً"۔یعنی عبدالمطلب سے مشک اذخر کی خوشبو آتی تھی اور ان کی پیشانی میں رسول اکرمﷺ کا نور چمکتا تھا جب قریش قحط میں مبتلا ہوتے تو عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر کی طرف لیجاتے اور ان سے بارش کے لئے دعا کی درخواست کرتے وہ اللہ سے بارش کی دعاء کرتے اللہ تعالی نور محمدﷺ کی برکت سے ان پر عظیم بارش برساتا (مواہب لدنیہ ۱/۲۰)۔

ان روایات سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کے رسولﷺ ہر حال میں وسیلہ تھے۔

دلیل نمبر (۵):

چنانچہ تفسیر درمنثور میں حضرت عمرؓ کی حدیث ہے جس میں اس کی تصریح ہے کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام توبہ کے وقت اللہ کے حبیبﷺ کا وسیلہ نہ اختیار کرتے تو ان کی توبہ قبول نہ ہوتی۔

علامہ طبری نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔ نیز علامہ شہاب الدین قسطلانی شارح بخاری نے مواہب لدنیہ میں اس کو نقل کیا ہے۔"وصح أن رسول اللهﷺ قال لما اقترف آدم الخطيئة قال يا رب أسئلك بحق محمد لما غفرت لي" (مواہب لدنیہ ۲/۵۱۵)۔اس واقعہ کو علامہ قسطلانی نے حضرت عمرؓ کے علاوہ دیگر رواۃ کے حوالہ سے بھی نقل کیا ہے مواہب لدنیہ کی جلد اول صفحہ ۱۵ پر یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے، "فقال يا رب بحرمة هذا الولد أرحم هذا الوالد فنودي يا آدم لو

تشفعت إلینا بمحمد فی أھل السموات والأرض لشفعناک"، یعنی حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اے اللہ اس بچے (محمد ﷺ) کے صدقہ وطفیل میں اس باپ (آدم علیہ السلام) پر رحم فرما، اس توسل پر نداء آئی اے آدم اگر محمد کے واسطے سے آسمان وزمین والوں کی معافی کی درخواست تو کرے گا تو ان سب کو میں معاف کردوں گا۔ سبحان اللہ کیا بات ہے ابا جان حضرت آدم تو اپنے بیٹے کو قابل توسل سمجھیں اوران سے وسیلہ حاصل کریں اورآپ کا امتی آپ کا کلمہ پڑھنے والا آپ کو قابل توسل نہ سمجھے افسوس صد افسوس ۔

بریں عقل ودانش بباید گریست

حضرت آدم جس وقت دعاء کررہے تھے حضرت رسول کریم ﷺ کا وجود بھی نہیں ہوا تھا معلوم ہوا کہ توسل بالنبی کے لئے نبی کا وجود ضروری نہیں یہی وہ مضمون ہے جس کو علامہ جامیؒ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے ۔

اگر نام محمد را نیاور دے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

اگر محمد ﷺ کے نام مبارک سے حضرت آدم ونوح توسل نہ حاصل کرتے تو نہ حضرت آدم کی توبہ قبول ہوتی اور نہ ہی حضرت نوح طوفان سے نجات پاتے ۔

حضرت صالح بن حسن کے اشعار

اورجیسا کہ صالح بن حسن شاعر نے کہا ہے ۔

أعددته یوم القیامة شافعا —مطاعاً إذا ما الغیر حاد وحیدا

فيشفع فی إنقاذ كل موحد – ويدخله جنات عدن مخلدا

وإن له أسماء سميته بها – ولكنني أحببت منها محمداً

فقال الهی امنن علیّ بتوبة – تكون علی غسل الخطيئة مسعدا

بحرمة هذا الاسم و الزلفة التی – خصصت بها دون الخليقة احمدا

اقلنی عثاری يا الهی فإن لی – عدواً لعيناً جار فی القصد واعتدی

فتاب عليه ربه رحماء من – جناية ما أخطاه لا متعمداً

(میں نے آپ کو قیامت کے دن کا تنہا سفارشی اور ساری مخلوق کا مطاع بنایا ہے جبکہ دوسرے لوگ کنارے ہٹ جائیں گے۔ لہٰذا آپ ہر موحد کو چھڑانے کی سفارش فرمائیں گے اور اسے ہمیشہ کے لئے جنت کی قیامگاہوں میں داخل فرمائیں گے۔ آپ کے بہت سے اسماء ہیں جن سے میں نے آپ کو موسوم کیا ہے لیکن ان میں اسم محمد مجھے پسند ہے۔ حضرت آدم نے عرض کیا میرے معبود مجھ پر اپنی ایسی توجہ دیکر احسان فرمائیے جو میری ساری خطاؤں کو دھو دے۔ اسی نام (محمد) کے وسیلہ سے اور اسی قربت کے وسیلہ سے جس کے ساتھ ساری مخلوق میں آپ نے حضرت احمدؐ کو خاص فرمایا ہے۔ اے میرے معبود! میری لغزشوں سے درگذر فرما کیونکہ میرا ایک ملعون بارگاہ دشمن ہے جو ظلم وزیادتی پر کمر بستہ ہے یہ فریاد سن کر حضرت آدم کے رب نے رحمت کرتے ہوئے آپ کی توبہ قبول فرمالیا ان خطاؤں سے جو بلا عمد صادر ہوگئی تھیں)۔

امام حاکم نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے علامہ تقی

الدین سبکی فرماتے ہیں ہمارے اعتماد کے لئے امام حاکم کی تصحیح کافی ہے۔

دلیل نمبر (٦):

اثباتِ توسل کی چھٹی دلیل حدیث عثمان بن حنیف ہے جس کی تخریج بہت سے محدثین نے کی ہے عموماً حضرات محدثین بلاتفریق حیات و ممات مطلقاً "**باب من کان له حاجة إلى الله أو إلى أحد من خلقه**" کے تحت اس روایت کو نقل کرتے ہیں اور بعض محدثین نے مطلقاً "باب فی صلوۃ الحاجۃ" کے تحت اس روایت کو نقل کیا ہے ابن ماجہ نے بھی "باب صلوۃ الحاجۃ" کے تحت اس روایت کو نقل کیا ہے روایت عثمان بن حنیف کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنی ضرورت کے تحت حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس بار بار آ رہا تھا لیکن حضرت عثمانؓ اسکی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے اس شخص کی ملاقات اسی اثناء حضرت عثمان بن حنیف سے ہوگئی اس نے صورت حال سے ان کو باخبر کیا عثمان بن حنیف نے پورا واقعہ سن کر اس کو مشورہ دیا جاؤ وضو کر کے مسجد نبوی میں دو رکعت نماز ادا کرو اس کے بعد ان الفاظ کے ساتھ دعاء کرو "**اللهم إني أسئلك وأتوجه إليك بنبينا محمد ﷺ نبي الرحمة يا محمد إني أتوجه بك إلى ربك ليقضي حاجتي اللهم فشفعه**" اور اپنی حاجت کا تذکرہ کرو چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اس کے بعد وہ اس سے فارغ ہو کر حضرت عثمان بن عفانؓ کے دروازہ پر پہنچا فوراً ہی دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر لے گیا حضرت عثمانؓ نے اس کو اپنی چٹائی (مسند) پر بٹھایا اور اس سے حاجت پوچھی اور فوراً اس کی حاجت براری کی اور فرمایا اور کوئی ضرورت ہو تو بتلاؤ اور اس سے پہلے کیوں

نہیں بتلایا تھا۔

حضرت شاہ عبدالغنی کا ارشاد:

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب محدث دہلوی ثم المدنی نے بھی انجاح الحاجۃ حاشیۂ ابن ماجہ میں بحوالۂ مولانا عابد سندیؒ اس روایت سے توسل بالنبی بعد الوفات ثابت کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: "**وأما بعد مماته فقد روى الطبراني في الكبير عن عثمان بن حنيف الحديث**" اور حضرت عثمان بن حنیف کی پوری روایت نقل کی ہے۔ اگر توسل بعد الوفات کی اجازت نہ ہوتی تو حضرت عثمان بن حنیفؓ اس کی اجازت بلکہ مشورہ نہ دیتے اس روایت سے بھی صراحۃً توسل بعد الوفات کا ثبوت ملتا ہے۔

دلیل نمبر (۷):

اثبات توسل بعد الوفات کی ساتویں دلیل روایت عبداللہ ابن عمر ہے حصن حصین میں ہے "**وإذا خدرت رجله فليذكر احب الناس إليه**" یعنی جب کسی شخص کا پاؤں سو جائے تو فوراً ایسے شخص کو یاد کرے جو اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو (حصن حصین ۱۴۴)۔ اس کی شرح حرز ثمین میں صاحب کتاب لکھتے ہیں: "**ليحصل النشاط لديه فيقول محمد**ﷺ" یعنی محبوب کو یاد کرنے سے سرور نشاط حاصل ہوگا لہذا حضرت محمد ﷺ کا اسم مبارک زبان پر لاوے۔

قاضی عیاض کا ارشاد:

قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب شفاء میں اسی سے متعلق حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت نقل کی ہے جو مقصود بالذکر ہے، "روی ان عبد الله بن عمر خدرت رجله فقيل له أذكر أحب الناس إليك يزول عنك فصاح يا محمداه فانتشرت" (شفاء ۲/۲۳) یعنی ایکبار حضرت عبد اللہ بن عمر کا پاؤں سو گیا (جھُن جھُنی چڑھ گئی) آپ سے کسی نے کہا اپنے کسی محبوب ترین انسان کا نام لیجئے فوراً آرام ہو جائے گا فوراً زور سے "یا محمداہ" کہا فوراً آرام ہو گیا۔

ملا علی قاری کا ارشاد:

اس کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری شارح مشکوۃ فرماتے ہیں "فنادى باعلى صوته وكانّه رضى الله عنه قصد به اظهار محبته فى ضمن الاستغاثة" یعنی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا بلند آواز سے "یا محمدؐ" کہنا استغاثہ وفریاد کے ضمن میں اظہار محبت کرنا تھا۔ یہ توسل نہیں تو اور کیا ہے اور انداز تخاطب پر غور کریں، یہ روضۂ اقدس پر حاضری کی بات نہیں بلکہ غَیبت اور دوری کی حالت کا واقعہ ہے اور یہ زندگی کی بات نہیں بلکہ وصال کے بعد کا واقعہ ہے اور اس انداز سے توسل کا معمول صرف حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ہی کا نہیں تھا بلکہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ وغیرہ دیگر صحابہ سے بھی یہ ثابت ہے اور اہل مدینہ کا بھی یہ معمول تھا چنانچہ علامہ خفاجی فرماتے ہیں "وقد روى مثله لابن عباس وذكره النووى فى اذكاره وروى ايضاً عن

غیرهما وهذه مما تعاهده أهل المدینة"۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ان روایات وآثار سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ صحابۂ کرام بھی مواقع مشکلات میں اللہ کے رسول ﷺ کا اسم مبارک لیا کرتے تھے اور آپ کو وسیلہ اپنے معاملات میں بناتے تھے۔

دلیل نمبر (۸):

اثباتِ توسل بعد الوفات کی آٹھویں دلیل حضرت عائشہؓ کا وہ فیصلہ ہے جو حضرات صحابۂ کرام کی موجودگی میں کیا اور بلانکیر اس پر عمل کیا گیا، الفاظ حدیث بحوالۂ سنن دارمی نقل کئے جاتے ہیں، "عن أبی الجوزاء قال قحط أهل المدینة قحطاً شدیداً فشکوا إلی عائشة، فقالت فانظروا قبر النبی ﷺ فاجعلوا منه کواً إلی السماء حتی لا یکون بینه وبین السماء سقف ففعلوا فمطروا حتی نبت العشب وسمن الابل حتی تفتقت من الشحم فسمی عام الفتق" یعنی ایکبار مدینہ طیبہ میں شدید قحط پڑا اہل مدینہ نے حضرت عائشہؓ کو صورت حال سے باخبر کیا حضرت عائشہؓ نے فرمایا روضۂ اقدس کے وسط میں ایک روشندان بنادو قبر مبارک اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو چنانچہ صحابہ کرام نے ایسا ہی کیا اس کے بعد ایسی بارش ہوئی کہ ہر طرف ہریالی چھا گئی اور اس کو کھا کر مدینہ طیبہ کے اونٹ موٹے تازے ہو گئے اسی وجہ سے اس کا نام ہی عام الفتق پڑ گیا (دارمی ۱؍۴۳)۔

قارئین غور فرمائیں کیا اس توسل میں کوئی شبہ ہے؟ اور کیا یہ وفات کے بعد توسل نہیں ہے؟ اور کیا اس سے صحابۂ کرام سے توسل بالنبی بعد الوفات ثابت نہیں

ہوتا؟اور کیااس توسل کی برکت ظاہر نہیں ہوئی؟

سبحان اللہ اس قدر واضح دلائل کے باوجود نہ معلوم کیوں توسل بالنبی بعد الوفات میں شبہ ہے ان دلائل کے بعد تو سارے شبہات ختم ہو جانے چاہئیں لیکن افسوس ہے ان لوگوں پر جن کا خیال یہ ہے کہ پنچوں کی بات سر آنکھوں پر لیکن کھونٹا گڑیگا وہیں''۔

دلیل نمبر (۹):

اثباتِ توسل بعد الوفات کی نویں دلیل وہ واقعہ ہے جسے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں نقل کیا ہے جو حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں پیش آیا تھا کہ لوگ قحط کی وجہ سے بے حد پریشان تھے ایک صاحب روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے اور آپ کے توسل سے دعاء کی اور آپ سے بارش کے لئے سفارش کی اسی رات خواب میں اللہ کے رسول ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ نے بشارت دی کہ بارش ہوگی اور امیر المؤمنین عمرؓ سے میرا سلام کہنا۔

دلیل نمبر (۱۰):

حضرت امام مالکؒ جو امام دارالہجر ۃ کے نام سے موسوم ہیں اور جن کے نزدیک تعامل اہل مدینہ اساس و بنیاد مسلک کی حیثیت رکھتا ہے اور جنہوں نے پوری زندگی مدینہ طیبہ کی مقدس سرزمین پر مسجد نبوی میں روضۂ اقدس کے پاس حدیث پاک کی تدریس میں گذاری ہے ان کا مسلک اور تاثر توسل بعد الوفات کے سلسلہ میں

سپردِ قلم اور نذرِ قارئین ہے۔

حضرت امام مالک کا ارشاد:

ایک بار خلیفہ ابو جعفر منصور امام مالکؒ سے مسجد نبوی میں بلند آواز سے ہمکلام ہوا۔ امام مالک نے فرمایا آہستہ بولو ارشاد باری ہے: "لا ترفعوا أصواتکم فوق صوت النبی"۔ مسجد نبوی میں آپ کی حیات کے بعد بھی بلند آواز سے بات کرنا بے ادبی ہے، "لأن حرمته حیاً کحرمته میتاً" چونکہ آپ ﷺ اپنی حیات طیبہ میں جس طرح واجب الاحترام والتکریم تھے اسی طرح وصال کے بعد بھی قابل احترام واکرام ہیں۔ پھر خلیفہ ابو جعفر منصور نے امام مالک سے سوال کیا میں قبلہ کی طرف رخ کر کے دعاء کروں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف رخ کر کے دعاء کروں، امام مالکؒ نے فرمایا: "هو وسیلتک ووسیلة أبیک آدم علیه السلام إلی الله یوم القیامة"۔ آپ ﷺ سے رخ پھیر کر تو کہاں جائے گا اللہ کے رسول ﷺ تمہارے اور تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں، حضور کی طرف منہ کر کے دعاء کر اور سفارش طلب کر و اللہ پاک اپنے محبوب کی سفارش قبول کرے گا اس کے بعد یہ آیت پڑھی، "ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاءوک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله تواباً رحیماً"۔

خلاصۂ دلائل:

الغرض آپ ﷺ کی عظمت واحترام، توقیر وتعظیم جس طرح حیات طیبہ میں

مامور بہ تھی اسی طرح وصال کے بعد بھی، اور استمداد واستغاثہ وتوسل کی جس طرح حیات طیبہ میں اجازت تھی اسی طرح وصال کے بعد بھی اس کی اجازت ہے بلکہ مستحسن ہے اور صحابہ کرام کا تعامل رہ چکا ہے لہذا کوئی بھی مسلمان اگر آپ ﷺ کے وسیلہ سے دعاء کرے تو اس کی تغلیط غلط ہے، دلائل عشرہ سے یہ بات بے غبار ہوگئی کہ توسل بالنبی بعد الوفات بھی ثابت ہے، "**والله يهدى من يشاء إلى صراط مستقيم**"۔ آیات وروایات کے بعد اب کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی لیکن تائید وتقویت کے لئے اسلاف واکابرین کے آراء بھی سپرد قلم وندر قارئین ہیں۔

☆☆☆
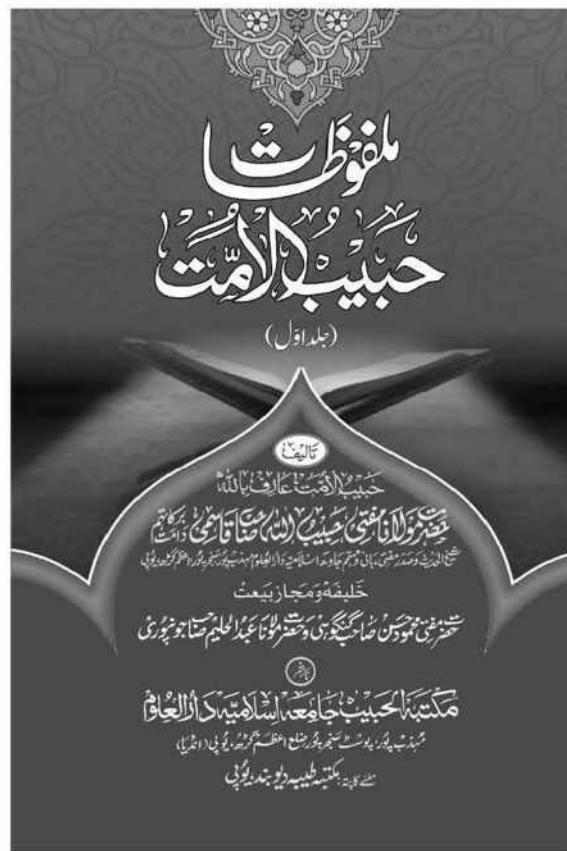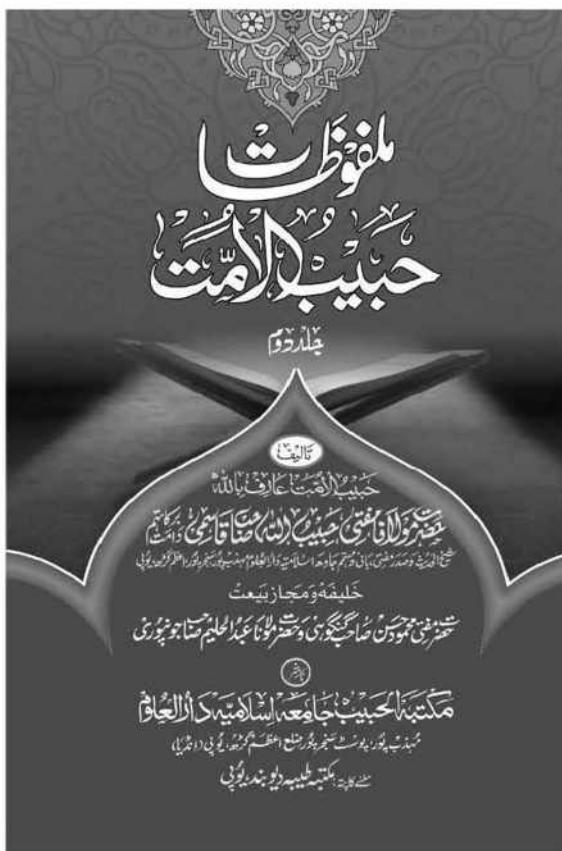
اسلاف واکابرین کی آراء

(۱) علامہ آلوسی کی رائے:

صاحب تفسیر روح المعانی علامہ محمود آلوسی جو فن تفسیر کے دقیق النظر علماء میں ہیں وہ اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں، ''**وبعد هذا كله أني لا أرى بأساً في التوسل إلى الله بجاه النبي**ﷺ **عند الله حياً وميتاً**'' (روح المعانی ۳/۲۹۹)، یعنی میں توسل بجاہ النبی میں کوئی حرج نہیں سمجھتا یہ توسل جس طرح حالت حیات میں درست تھا وصال کے بعد بھی درست ہے۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی رائے:

ہندوستان کے قابل فخر و مایۂ ناز محدث حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی جنھوں نے ہندوستان میں احادیث وکتب احادیث کا تعارف کرایا اور سارے اہل مدارس ومحدثین باب حدیث میں ان کے مرہون منت ہیں وہ بھی توسل بالنبی بعد الوفات کے قائل ہیں بلکہ سارے صلحاء واولیاء کے فیوض واستفاضہ کے قائل ہیں اپنی مشہور کتاب فیوض الحرمین میں رقمطراز ہیں: ''**توجهت إلى قبور أئمة أهل البيت رضوان الله عليهم أجمعين فوجدت لهم طريقة خاصة**'' الخ۔ یعنی اہل بیت کی قبور کی طرف توجہ کی تو ان کے لئے خاص طریقہ پایا۔

حضرت شاہ صاحب اپنی کتاب رسالہ ''جزءلطیف'' میں تحریر فرماتے ہیں ''میں اپنے والد ماجد کی قبر شریف پر بکثرت حاضری دیتا رہا جس سے راہِ توحید میرے اوپر کشادہ ہوگئی''۔

اس کے علاوہ مختلف مقامات پر حضرت شاہ صاحب نے قبور صلحاء واولیاء پر حاضر ہونے اور فیض اٹھانے کا تذکرہ فرمایا ہے۔

(۳) شیخ تبریزی کی رائے:

شیخ ولی الدین تبریزی صاحب مشکوۃ جن کی مشہور زمانہ کتاب مشکوۃ شریف جو ہندوستان کے مدارس کے نصاب میں داخل ہے وہ اپنی کتاب ''الاکمال فی اسماء الرجال'' میں حضرت ابوایوب انصاریؓ کے تذکرہ کے تحت لکھتے ہیں:''**وقبرہ قریب من سورها معروف إلى اليوم معظم يستشفون به فيشفعون**'' (اکمال/٦) یعنی حضرت ابوایوبؓ کی قبر سے لوگ شفایاب ہوتے ہیں۔

اسی طرح حضرت سعید بن جبیرؓ کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں:''**ودفن سعيد بظاهر واسط العراق وقبره بها يزار**'' یعنی حضرت سعید بن جبیر کی قبر کی زیارت کے لئے لوگ جاتے ہیں۔اسی طرح امام نووی کی قبر کے بارے میں لکھا ہے ''**وقبره يزار**'' ان کی قبر بھی زیارت گاہ زائرین ہے۔

(۴) حضرت مجدد الف ثانی کی رائے:

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی جن کی شخصیت محتاج تعارف نہیں وہ اپنے

رسالہ ''مبدأ ومعاذ'' میں اس بات کے مقر ہیں کہ سیر وسلوک کے وقت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی کی روح مبارک میری ممدومعاون رہی۔

وازان مشائخ عظام روحانیت حضرت خواجہ قطب الدین بیش از دیگراں امداد فرمود، الحق ایشاں درآنمقام شان عظیم دارند''۔

(۵) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی رائے:

حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی جن سے ہندوستان کا خورد وکلاں واقف ہے علم وعمل شریعت وطریقت کا جو اہتمام تھا اس کے بتلانے ولکھنے کی ضرورت نہیں۔ان کے بارے میں ''لطائف اشرفی'' میں مرقوم ہے۔''حضرت قدوۃ الکبراء میفر مودند مردگاں از آمدنِ زائر وتوجہ او خبر دارند چہ عالم روحانی لطافت وارد بتخصیص کہ ارواحِ اکابر اندک توجہ زائر مشعر میکردند نقل است کہ حضرت سلطان المشائخ بزیارتِ مرقد متبرک حضرت خواجہ قطب الدین رفتند درحین مشغولی بخاطر شریف ایشاں رسید کہ آیا ازیں توجہ من روحانیت ایشاں اشعار داشتہ باشد ہنوز ایں خطور تمام نشدہ بوداز مرقدِ منورِ ایشاں صدائے برآمد بعبارت فصیح ؎

مرا زندہ پندار چوں خویشتن
من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن
مداں خالی از ہمنشینی مرا
بہ بینم ترا گر نہ بینی مرا

یعنی حضرت سلطان المشائخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی کی

زیارت اوراخذ فیوض کے لئے ان کے مزار پر جایا کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت باقی باللہؒ حضرت قطب کے مزار پر حصولِ فیضان کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے جس کی تفصیلات ''زبدۃ المقامات'' میں درج ہیں۔ الحاصل یہ وہ اکابرین امت واسلافِ ملت ہیں جن کے علم وفضل تقوی طہارت اتباع سنت عشق رسول پر پوری امت کو ناز ہے اور ہندوستان میں دین واسلام اور احادیث نبویہ کی اشاعت ان کی مرہون منت ہے، یہ حضرات نہ یہ کہ توسل بالنبی بعد الوفات کے قائل ہیں بلکہ مطلقاً توسل بالاموات کے قائل ہیں اولیاء وصلحاء سے اکتساب فیض واخذ فیض کے صرف قائل ہی نہیں بلکہ عملی طور پر اکتسابِ فیض اور حاضری ثابت ہے۔ لیکن اس فیض کو کوئی صاحب بصیرت ہی سمجھ سکتا ہے کورِ باطن کیا سمجھے گا، وہ تو صرف ظاہر کی باتیں کرسکتا ہے باطن کی بات تو اربابِ باطن ہی کرسکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں۔

توسل کے بارہ میں اسلاف واکابرین کی تحریرات :

ان اکابرین واسلافِ ہند کی تحریرات نقل کی جاتی ہیں جن کے علم وفضل، زہد وورع، خوف وخشیت، اتباعِ سنت، عشقِ رسول سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے اور آج ان حضرات کے علمی فیوض وبرکات سے نہ یہ کہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عالم کے مسلمان بہرہ ور ہورہے ہیں آج پوری دنیا میں دین وایمان کی چہل پہل کی یہ آخری کڑیاں ہیں جن کے علوم سے بلاواسطہ یا بالواسطہ استفادہ کرنے والے کروڑوں کی تعداد میں ہیں۔

۱۔حضرت شیخ الہند تحریر فرماتے ہیں:

مسئلہ توسل کے بارے میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی اسیر مالٹا و بانی آزادیٔ ہند نور اللہ مرقدہ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں ''حق تعالیٰ شانہ سے حاجت طلب کرنا اور رسول کریم ﷺ کو ذریعہ اور وسیلہ قبولیت بنانا جائز بلکہ مستحسن اور ارجی للا جابۃ ہے چنانچہ روایات حدیث وفقہ سے یہ امر ثابت ہے''۔

۲۔حضرت مولانا وصیت علی صاحب کی تصویب:

اس تحریر کی تصدیق حضرت مولانا محمد وصیت علی صاحب نور اللہ مرقدہ نے کی ہے اور الجواب صحیح کی مہر ثبت کی ہے جو ۱۳۱۴ھ میں مدرسۂ مولوی عبد الرب دہلی میں تدریس کی خدمت پر فائز تھے اور علمی میدان میں قابل تذکرہ شہرت کے حامل تھے۔

۳۔حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی تصدیق:

اسی طرح حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نور اللہ مرقدہ نے بھی اس تحریر کی تصویب کی ہے اور تائیدی دستخط ثبت کئے ہیں مفتی محمد شفیع صاحب بھی ان دنوں مدرسہ مولوی عبد الرب میں تدریسی خدمات پر فائز تھے اس کے بعد دار العلوم دیوبند کے افتاء کی بھی ذمہ داریاں آپ کے سر آئیں اور پھر کراچی میں دار العلوم کے نام سے ایک بڑا ادارہ قائم فرمایا اور پاکستان کے مفتی اعظم کے لقب سے جانے

پہچانے گئے۔

۴۔حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب مفتیٔ اعظم ہند نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں ''وسیلہ پکڑنا جناب رسالت مآب ﷺ کے ساتھ تمام اہل سنت و جماعت کے نزدیک جائز اور مستحب ہے اور کوئی دلیل اس کے منع پر شرع مقدس میں قائم نہیں ہے،سلف وخلف اہل حق میں سے کوئی اس کا مخالف نہیں ہوا،البتہ ابن تیمیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور ان کی اتباع میں اور دو چار اہل حق توسل کے مخالف ہو بیٹھے، لیکن تمام اہل حق نے ابن تیمیہ کا اس مسئلہ میں تخطیہ کیا ہے اور توسل کے جواز پر اہل حق کا اتفاق ثابت کیا ہے،علامہ سید محمد امین المعروف بابن عابدین الشامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:"ذكر العلامة المناوى فى حديث اللهم إنى أسئلك وأتوجه إليك بنبيك نبى الرحمة عن العر بن عبد السلام أنه ينبغى كونه مقصوداً على النبى عليه الصلاة والسلام وان لا يقيم على الله بغيره وان يكون من خصائصه قال وقال السبكى يحسن التوسل بالنبى إلى ربه ولم ينكره أحد من السلف ولا الخلف إلا ابن تيمية فابتدع ما لم يقله عالم قبله"۔اور فتاوی عالمگیری میں ہے:"ويبلغه سلام من أوصاه فيقول السلام عليك يا رسول الله من فلان بن فلان يستشفع بك إلى ربك ، الخ"لہذا مذہب حق یہ ہے کہ توسل آنحضرت ﷺ کے ساتھ بعد وفات جائز ہے۔

۵۔حضرت مولانا قاسم نانوتوی توسل کے استحسان کے قائل تھے:

حضرت حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نور اللہ مرقدہ بھی جواز ہی نہیں بلکہ توسل کے استحسان کے قائل تھے حضرت نانوتوی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں جس سنگین ماحول میں دارالعلوم دیوبند کی داغ بیل آپ نے ڈالی ہے اور جس نازک موڑ پر امت کی تعلیم تہذیب وثقافت کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا اس کو پوری زندگی امت فراموش نہیں کرسکتی آج کوئی بھی جو چاہے کہے اور ڈینگے لیکن جب امت سسک رہی تھی اس وقت انہی اکابرین نے امت کو سنبھالا اور سہارا دیا۔

۶۔حضرت مولانا محمد امین صاحب کی تحسین:

اسی طرح حضرت مولانا محمد امین صاحبؒ استاذ مدرسہ امینیہ دہلی نے بھی اس تحریر کی ''ما احسن الجواب'' کے ساتھ تحسین فرمائی۔

۷۔حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب کی تصویب:

حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی نے بھی اس تحریر کی تصویب فرمائی۔

۸۔حضرت موانا منفعت علی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

حضرت مولانا منفعت علی صاحبؒ جو ہندوستان کے مایۂ ناز علماء میں ہیں

۱۳۱۴ھ میں سوسال پہلے مدرسہ فتحپوری دہلی میں صدر مدرسی کے عہدہ پر فائز تھے وہ رقمطراز ہیں ''کیا نبی علیہ وسلم ذریعۂ دعاءِ جناب باری نہیں عجیب بات ہے اس قدر جرأت ودلیری مسلمان کو نہ چاہئے خصوصاً جو انبیاء کو زندہ تسلیم کرے پھر بھی کہے کہ انبیاء سے توسل واسطے اجابتِ دعاء سے نہ چاہئے بہت ہی بعید ہے۔

۹۔حضرت مولانا شاہ محمد عمر صاحب رقمطراز ہیں:

حضرت مولانا شاہ محمد عمر صاحب قادری دہلویؒ جو شاہ سراج الحق کے لقب سے مشہور تھے تحریر فرماتے ہیں ''توسل بجناب سید الرسل وتشبث باذیال ہداۃ الانام والسُبل سلفاً وخلفاً مشہور ومتوارث ہے''۔

۱۰۔صاحب تفسیر حقانی حضرت مولانا عبدالحق صاحب لکھتے ہیں:

صاحب تفسیر حقانی حضرت مولانا ابومحمد عبدالحق صاحب دہلویؒ رقمطراز ہیں: ''توسل کے معنی پر اگر غور کیا جائے اور خاص لفظی بحث کو چھوڑ دیا جائے تو کسی مسلمان کو اس میں ذرہ برابر بھی شبہ کرنے کی مجال نہ ہوگی کہ حضرت رسول کریم علیہ وسلم کا واسطۂ روحانی ایسا ہی ہے جیسا روح کا جسم کے لئے، انسان کا اصلی یہ جسم فانی ومتغیر نہیں نہ یہ مدرک ہے وہ جو کچھ رنج وراحت کے مزے اور تلخیاں اٹھانے والا انسان ہے وہ روح ہے جس کو اس جسم عنصری سے جدا ہو جانا مردہ نہیں کرسکتا پھر ارواح کی تربیت اور ان پر فیضِ الٰہی نازل ہونے کا وسیلہ اس حالتِ حیات میں بھی اور مرنے کے بعد بھی رسالت بالخصوص رسالتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام نہیں ہے تو اور کیا چیز ہے،

ایمانداروں پر جو کچھ روحانی برکات وفیوض پہنچتے ہیں وہ نبی ہی کے ذریعہ پہنچا کرتے ہیں، جس سے وہ سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے اس سے وہ فیض بھی اسی طرح منقطع ہوجاتا ہے کہ جس طرح اجسام میں انفصالِ جسمانی سے طبیعت مدبرہ کا فیض منقطع ہوجاتا ہے اور جب ارواح کو بالخصوص روحِ اعظم حضرت محمد مصطفیٰ روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موت نہیں بلکہ کدورتِ جسمانیہ دور ہوجانے سے اور بھی ترقی ہوجاتی ہے جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے۔ ''أن الدار الآخرة لهى الحيوان لو كانوا يعلمون'' تو پھر حیاتِ عرفی ومماتِ عرفی کا مسئلہ پیش کرنا محض نافہمی ہے۔

اکابرین واسلاف امت وخدامِ حدیث واساطینِ ملت کی صرف دس تحریرات پر اکتفاء کرتا ہوں انصاف بیں کے لئے اتنی مقدار بہت ہے۔

☆☆☆
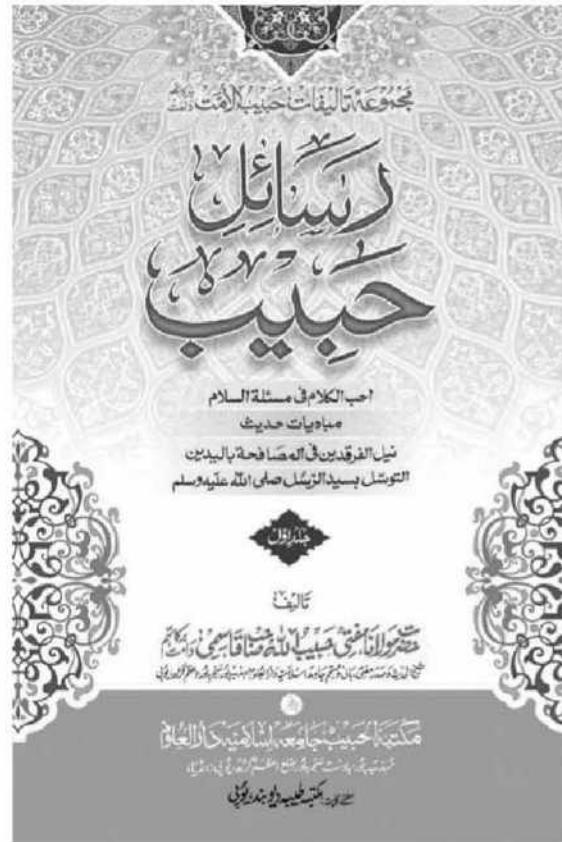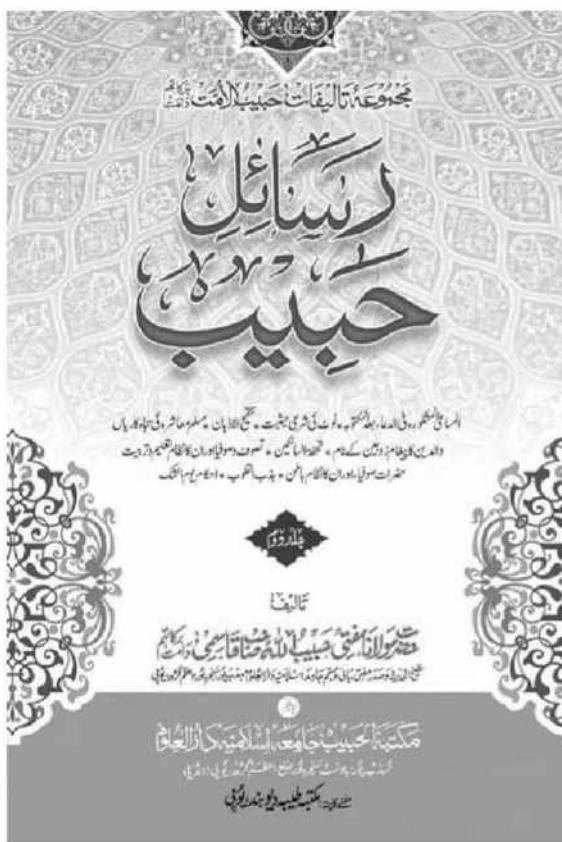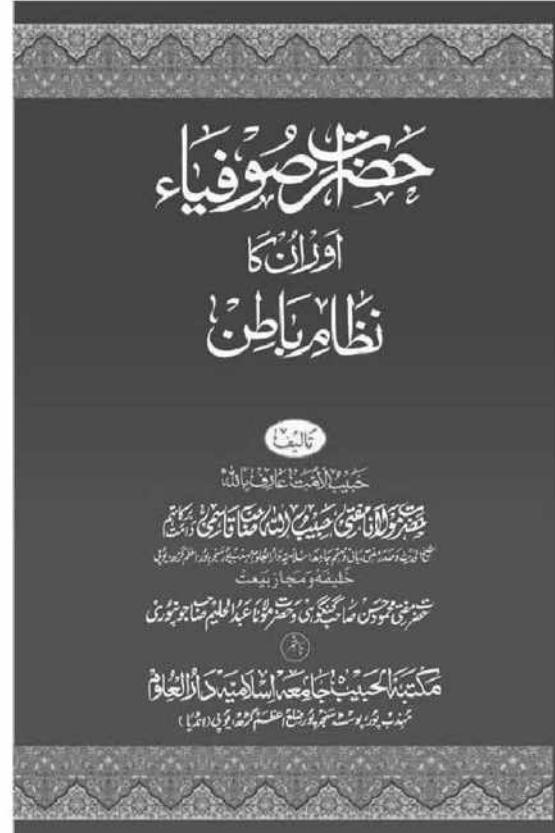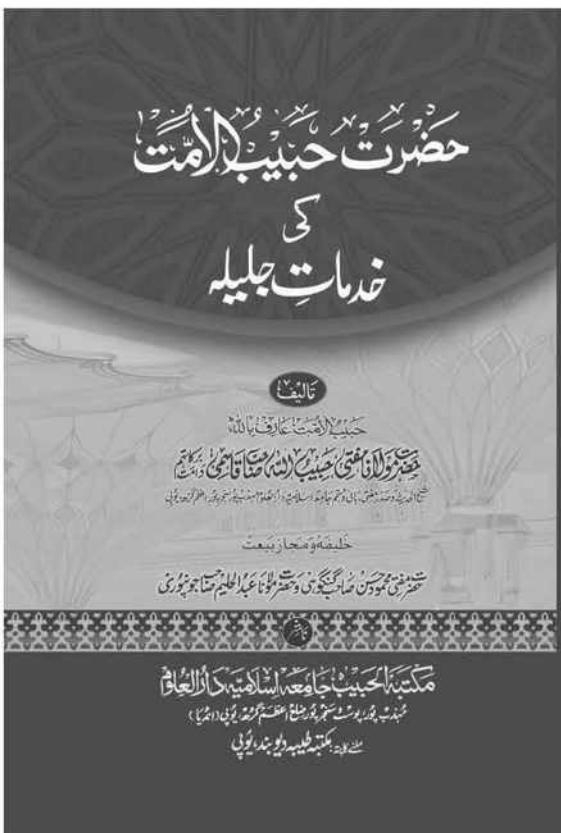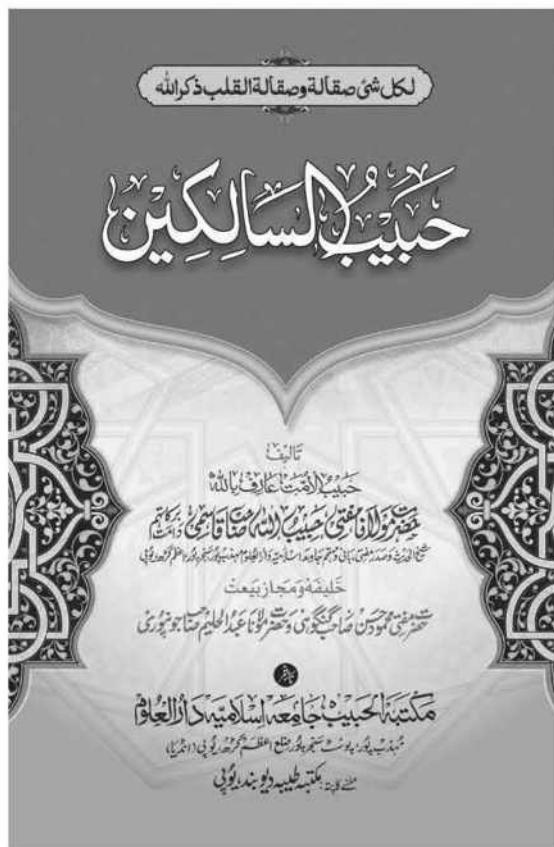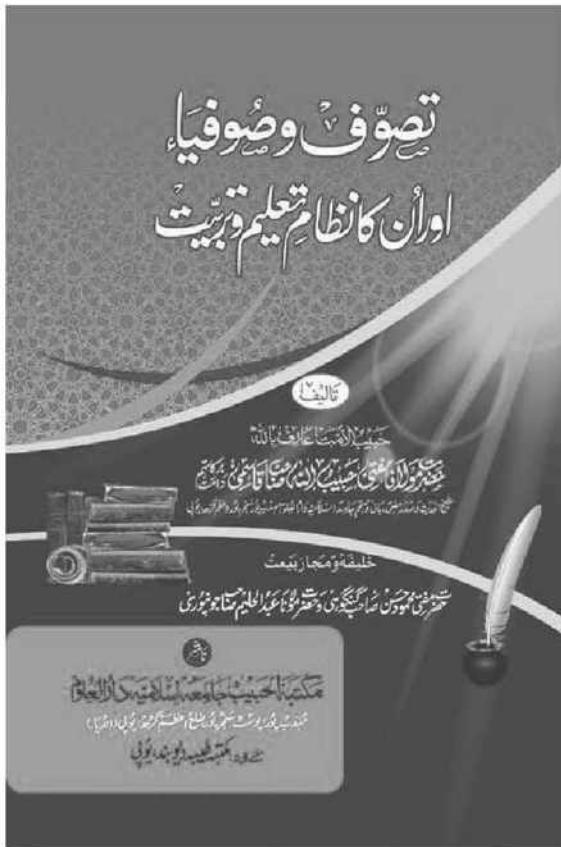
منکرینِ حدیث کے دلائل کے جوابات

اب انتہائی اختصار کے ساتھ منکرینِ حدیث کے مسئلہ توسل بعد الوفات کے سلسلہ کی دلیل وشبہات کے جوابات قارئین کی نذر کررہا ہوں۔

منکرین توسل کی دلیل (۱):

منکرینِ توسل کی سب سے مضبوط روایت واقعۂ حضرت عمرؓ ہے جو مشکوۃ شریف اور بخاری شریف وغیرہ دیگر کتب احادیث میں موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ "عن أنس أن عمر بن الخطابؓ كان إذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبد المطلب فقال اللهم إنا كنا نتوسل إليک بنبيک ﷺ فتسقينا وإنا نتوسل إليک بعمّ نبينا فاسقنا قال فيسقون به" طریقۂ استدلال یہ ہے کہ اگر توسل بالنبی وصال کے بعد درست ہوتا تو حضرت عمرؓ "إنا نتوسل إليک بعمّ نبينا" نہ فرماتے بلکہ اللہ کے رسول ﷺ ہی سے توسل فرماتے جس کا مطلب یہ ہے کہ توسل بعد الوفات درست نہیں۔

انکار توسل کی دلیل کا جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے بھی مقصود دراصل توسل بالنبی ہی ہے۔

حضرت عباسؓ کا تذکرہ بھی قرابتِ نبوی ہی کی وجہ سے کیا اور خود حضرت عباس بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ مقصود کیا ہے اسی وجہ سے حضرت عباس نے بھی اس قرابت اور توسل کا تذکرہ کیا ہے "وفی حدیث ابی صالح فلما صعد عمر ومعه العباس المنبر قال عمرؓ إنا توجهنا إليک بعمّ نبينک وصنو أبيه واسقنا الغيث ولا تجعلنا من القانطين ثم قال قل يا أبا الفضل فقال العباس اللهم لم ينزل بلاء إلا بذنب ولم يكشف إلا بتوبة وقد توجه بی القوم إليک لمكانی من نبيک وهذه أيدينا إليک بالذنوب ونواصينا بالتوبة فاسقنا الغيث قال فارخت السماء شآبيب مثل الجبال حتى اخصبت الأرض وعاش الناس" (عمدۃ القاری شرح بخاری ۱/۴۳۷)۔

اس روایت کا یہ جملہ "وقد توجه بی القوم إليک لمكانی من نبيک" صراحۃً اس بات پر دال ہے کہ حضرت عباسؓ کو حضرت عمرؓ نے اس وجہ سے نہیں پیش کیا کہ وہ توسل بعد الوفات کے قائل نہیں تھے بلکہ اس توسل میں مزید تقویت کے لئے قریبی قرابت کا تذکرہ فرمایا ورنہ اس میں بھی حقیقتاً نبی ﷺ ہی سے توسل تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کے عمل سے جواب کی تائید:

چنانچہ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ایک بار امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب آپ مرتدین کے مقابلہ کے لئے لشکر بھیج رہے تھے، حضرت عباسؓ سے فرمایا اے عباس آپ مدد کی دعاء فرمائیں اور میں آمین کہتا ہوں کیونکہ آپ

کا جو تعلق رسول اللہ ﷺ سے ہے اس کے تحت مجھے امید ہے کہ آپ کی دعاء رد نہ ہوگی۔ "**یا عباس استنصر وأنا أؤمن فإنی أرجو أن لا یخیب دعوتک لمکانک من نبی الله** ﷺ" (عینی شرح بخاری ا/۴۳۷)۔

خلاصۂ جواب:

الحاصل حضرت عمر توسل بالنبی بعد الوفات کے منکر نہیں تھے جہاں آپ اکثر رسول اللہ ﷺ کو وسیلۂ دعاء بناتے تھے وہیں آپ نے کبھی حضرت عباسؓ کو بھی وسیلۂ دعاء بنایا ہے اس سے توسل کی نفی نہیں ہوتی اور نہ ہی نفی مقصود ہے۔

علامہ سبکی کا جواب:

اسی وجہ سے علامہ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں: "**لیس فی توسله بالعباس إنکار للتوسل بالنبی** ﷺ **أو بالقبر**"، بلکہ اس روایت سے توسل بالنبی کے ساتھ اہل خیر واہل صلاح واہل بیتِ نبی سے توسل بھی ثابت ہوتا ہے اور حضرت عمرؓ نے تو دراصل حق قرابت عباس بالنبی ادا کیا ہے۔

حافظ ابن حجر کا اعتراف:

چنانچہ اس کا اعتراف خود حافظ ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری شارح بخاری نے بھی کیا ہے، فرماتے ہیں: "**ویستفاد من قصة العباس استحباب الاستشفاع بأهل الخیر وأهل بیت النبوة وفیه فضل عباس وفضل**

عمر لتواضعه للعباس ومعرفته"(تحفہ اھ)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ جملہ "بأهل الخير وأهل بيت النبوة" اس پر دال ہے کہ خود حافظ ابن حجر بھی توسل بعد الوفات کے قائل ہیں۔

منکرین توسل کی دلیل (۲):

بعض منکرین توسل یہ اعتراض کرتے ہیں کہ توسل کو خود حنفیہ نے مکروہ کہا ہے صاحبُ الغرضِ مجنونٌ کے تحت اپنی غرض کے لئے حنفیہ کا سہارا لیا ہے ورنہ حنفیہ کو جو کچھ وہ سمجھتے ہیں اس سے وہ بھی واقف ہیں اور حنفیہ بھی۔ ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر کے حوالہ سے وہ عبارت نقل کی جاتی ہے جس کو بنیاد بنا کر منکرین پیش کرتے ہیں۔ "قال أبو حنيفة وصاحباه يكره أن يقول الرجل أسئلک بحق فلان أو بحق أنبيائک أو بحق البيت الحرام والمشعر الحرام أو نحو ذلک إذ ليس لأحد على الله حق"۔ اسی طرح ہدایہ میں ہے: "ويكره أن يقول في دعائه بحق فلان أو بحق أنبيائک ورسلک لأنه لا حق للمخلوق على الخالق، الخ"۔

دلیل نمبر (۲) کا جواب:

اس کا جواب سنئے۔ حق کے دو معنی ہیں (۱) معنی حقیقی جیسا کہ کہا جاتا ہے فلاں دائن کا فلاں مدیون کے ذمہ یہ حق ہے یعنی ثابت اور واجب اور لازم کے معنی میں لفظِ حق کبھی استعمال کیا جاتا ہے۔ (۲) معنی مجازی یعنی حرمت واحترام یا وہ حق

مراد ہے جس کا وعدہ بتقاضائے رحمت خود اللہ پاک نے فرمایا ہے۔ چنانچہ خود ملا علی قاری فرماتے ہیں: "فالمراد بالحق الحرمة إذ الحق الذی وعده بمقتضی الرحمة" (شرح فقہ اکبر)، دراصل حنفیہ نے ایک خاص پس منظر میں اس کو مکروہ کہا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کا جواب:

جس کو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کی زبانی سنئے فرماتے ہیں فقہ کی کتابوں میں لفظ حق جس کے استعمال سے منع کیا گیا ہے اولاً تو وہ حق کے حقیقی معنی ثابت وواجب کے مفہوم میں ممنوع ہے ثانیاً یہ کہ ایک دور وہ گذرا ہے جس میں معتزلہ ہر طرف دندنا رہے تھے اور ان کے عقائدِ فاسدہ وکاسدہ کا بڑا چرچا تھا اور لفظ حق ان کے مذہب کا موہم تھا اس لئے فقہاء نے منع فرمادیا تھا کہ کسی کا خیال اس لفظ سے ان کے مذہب کی طرف نہ جائے۔ وآنچہ در کتبِ فقہ ممنوع است حق حقیقی است واز بسکہ درزمانِ سابق مذہبِ معتزلہ رواج بسیار داشت واستعمال ایں لفظِ موہم مذہبِ ایشاں می شد فقہاء مطلقاً دراستعمال ایں لفظ منع نمودہ اند تا خیال کسے بآن مذہب نہ رودَ" اھ (تفسیر عزیزی ۱۸۴)۔

خلاصۂ جواب:

امید کہ ان تحریرات وتصریحات سے یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ حضرات فقہاء نے حق کو کس معنی میں استعمال کرنے سے منع کیا ہے اور کس پس منظر میں منع کیا

ہے چونکہ اگر اس سے صرفِ نظر کرلیا جائے اور مطلقاً ممنوع قرار دیا جائے تو پھر اس کا جواب ہوگا کہ خود حضور اکرم ﷺ سے اس لفظ کا استعمال ثابت ہے اور ان الفاظ سے دعاء کرنا ثابت ہے، "اللهم إني أسئلک بحق السائلين عليک وبحق ممشاى إليک فإني لم أخرج اشرًّا و لا بطراً" الحدیث (حصن حصین، وایضاً الفتح الرحمانی ۲۳۶/۲)۔

ابن تیمیہ کا اعتراف:

خود ابن تیمیہ نے بھی حق کے معنی ثانی میں استعمال کا اعتراف کیا ہے اور کہا ہے حسب وعدہ وفضل خدا وند کریم بحق فلاں کہنا قرآن وحدیث نصوص کے موافق اور صحیح وثابت ہے۔"وقد اتفق العلماء على وجوب ما يجب بوعده الصادق"۔ تفصیل کے لئے ابن تیمیہ کی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم کا مطالعہ کریں۔

ابن تیمیہ کے عقائد:

ابن تیمیہ کی تقلید کرنے والے حضرات ان کی کن کن امور میں تقلید کریں گے انہوں نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے۔جہنم کی آگ فنا ہوجائے گی۔انبیاء کرام گناہوں سے معصوم نہیں۔اللہ کے رسول ﷺ کا کوئی مرتبہ اللہ کے نزدیک نہیں۔اس لئے آپ ﷺ سے توسل بھی جائز نہیں ہے۔اللہ کے حبیب امام الانبیاء فخر موجودات فداہ ابی وامی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے روضۂ مبارکہ کی زیارت کو گناہ قرار دیا ہے، اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر کوئی روضۂ مبارکہ کی زیارت کے لئے جائے تو اس کے

لئے نماز میں قصر کی اجازت نہیں،"قال إن النار تفنی، وإن الأنبياء غير معصومين، وإن رسول الله ﷺ لا جاه له، ولا يتوسل به، وإن انشاء السفر إليه بسبب الزيارة معصية لا تقصر الصلوة فيه" (مقدمہ شفاء السقام ۱۲/۱)۔

استغفر اللہ العظیم دیکھا آپ نے کس انداز کی باتیں لکھ رہے ہیں۔ کیا اللہ کے رسول ﷺ کا اتنا حق نہیں ہے کہ ایک مسلمان آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہو جبکہ وصال کے بعد روضہ کی حاضری کو اللہ کے رسول ﷺ نے زندگی کی ملاقات کے مثل قرار دیا ہے۔"من زار قبری بعد وفاتی فكأنما زارنی فی حياتی"۔ اگر آج اللہ کے رسول ﷺ زندہ ہوتے تو ابن تیمیہ کے مقلدین آپ کی زیارت کے لئے حاضری سے مسلمانوں کو روکتے ؟ اگر نہیں روکتے تو آج کیوں منع کرتے ہیں؟ "والله يهدی من يشاء إلى صراط مستقيم"۔

اسی مختصر تحریر پر اپنی کتاب ختم کرتا ہوں اور اللہ سے دعاء ہے اللہ پاک پوری امت کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دے اور اپنے محبوب کے صدقہ وطفیل میں اس خادم کی اس طالب علمانہ کاوش کو قبول فرما کر اپنے واپنے محبوب کے تقرب وخوشنودی اور آخرت کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ اور آخرت میں اپنے محبوب کی شفاعت نصیب فرمائے۔

هو الحبيب الذی ترجی شفاعته
لكل هول من الأهوال مقتحم

(مفتی) حبیب اللہ القاسمی
جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ، یو پی

تعارف حضرت حبیب الامت دامت برکاتہم

حبیب الامت، عارف باللہ، حضرت، مولانا، الحاج، حافظ، قاری، **مفتی حبیب اللہ** صاحب قاسمی دامت برکاتہم چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی، دارالعلوم دیوبند کے اکابر فضلاء میں سے ہیں۔ جنہوں نے پوری زندگی خدمت دین، تبلیغ دین، اشاعت دین کے لئے وقف کردی ہے۔ آپ کی شخصیت اہل علم، اہل افتاء، اہل تدریس، اہل خطابت، اہل قلم میں معروف ومشہور ہے۔ آپ نے میزان سے دورۂ حدیث بلکہ افتاء وتخصص فی الحدیث تک کی تعلیم ایک زمانہ تک دی ہے اور دے رہے ہیں۔ تمام علوم وفنون پر آپ کی نگاہ ہے آج آپ کے ہزاروں ہزار فیض یافتہ تلامذہ ہندو بیرون ہند ہمہ جہت دینی وعلمی خدمات میں مصروف ہیں۔

آپ کے رشحات قلم کی تعداد ۴۰ ہے جن سے دنیا استفادہ کررہی ہے۔ بالخصوص التوسل بسید الرسل، نیل الفرقدین فی المصافحۃ بالیدین، أحب الکلام فی مسئلۃ السلام، جذب القلوب، مبادیات حدیث، حیات حبیب الامت (اول، دوم، سوم، چہارم)، حضرات صوفیاء اور ان کا نظام باطن، تصوف وصوفیاء اور ان کا نظام تعلیم وتربیت، حبیب السالکین، حبیب العلوم شرح سلم العلوم، صدائے بلبل، حبیب الفتاوی، رسائل حبیب (جلد اول، دوم)، تحقیقات فقہیہ (جلد اول ودوم)، التوضیح الضروری شرح القدوری، (جلد اول ودوم)، ملفوظات حبیب الامت (جلد اول ودوم)، اک چراغ، جمال ھمنشیں،

جیسی اہم تصنیفات ہزاروں علماء سے خراج تحسین حاصل کرچکی ہیں۔ان میں خاص طور پرحبیب الفتاوی کی آٹھ جلدیں جدید ترتیب، تعلیق وتخریج کے ساتھ مکمل ومدلل اہل افتاء ودارالافتاء کے لئے سند کی حیثیت حاصل کرچکی ہیں۔

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے آپ اساسی ارکان میں سے ہیں، اور مسلم پرسنل لاء بورڈ کے مدعوخصوصی ہیں، الحبیب ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے بانی وصدر ہیں۔ جس کے تحت درجنوں مکاتب غریب علاقوں میں چل رہے ہیں اور مساجد کی تعمیر کا کام ہورہا ہے اور غرباء ومساکین و بیوگان کی ماہانہ و سالانہ امداد کی جاتی ہے۔ **جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور**، سنجر پور، اعظم گڈھ یوپی، انڈیا کے بانی ومہتمم اور شیخ الحدیث ہیں۔جامعہ کے دارالافتاء والقضاء کے آپ رئیس وصدر ہیں، اور ہندوستان کے دیگر بہت سے اداروں کوآپ کی سرپرستی کا شرف حاصل ہے، دینی، علمی، ملی خدمت آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔

روحانی اعتبار سے آپ کا تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا **محمد زکریا** صاحب نوراللہ مرقدہ سے ہے اور ایک طویل زمانہ تک ان کی صحبت میں رہنے اور اکتساب فیض کا موقع آپ کو دستیاب ہوا ہے، بعد کے اکابرین میں حضرت مفتی **محمود حسن** صاحب گنگوہیؒ وحضرت قاری **صدیق احمد** صاحب باندویؒ وحضرت مولانا **عبد الحلیم** صاحب جونپوریؒ کی خدمت میں رہنے اور فیوض وبرکات کے حاصل کرنے کا ایک طویل زمانہ تک شرف حاصل رہا ہے۔ اور الحمد للہ حضرت مفتی **محمود حسن** صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا **عبدالحلیم**

صاحب جونپوریؒ سے **اجازت بیعت** بھی حاصل ہے۔روحانی اعتبار سے آپ کے فیض یافتہ ہزاروں ہزار افراد ہند و بیرون ہند میں پھیلے ہوئے ہیں۔آج تک سیکڑوں حضرات آپ سے اجازت بیعت حاصل کر چکے ہیں جو خانقاہی نظام سے وابستہ ہیں۔

میدان خطابت میں اللہ پاک نے آپ کو خصوصی ملکہ عطا فرمایا ہے،آپ کا خطاب ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا مصداق ہوتا ہے،آپ کے خطابات کی مستقل سی ڈی ہند و بیرون ہند میں پائی جاتی ہے۔اور انٹرنیٹ پر بھی آپ کے خطابات موجود ہیں،جن سے ایک عالَم مستفید ہو رہا ہے۔

(Go You Tube Print Mufti Habibullah Qasmi)

الغرض آپ بہت سے خصوصیات کے حامل ہیں، اللہ پاک نے بے پناہ خوبیوں کا مالک بنایا ہے، اللہ پاک ہم سب کو حضرت والا کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے علوم وفیوض سے مستفید ہونے کی سعادت نصیب فرمائے۔آمین۔

☆☆☆

تعارف حبیب الفتاوی

فقہ وفتاوی انسانی زندگی کا لازمی جز ہے، اس کے بغیر رضاء الٰہی کا حصول، حدود شرعیہ کی معرفت، حلال وحرام کی تمیز، جائز وناجائز کی پہچان اور اسلامی معاشرت غیر ممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ زندگی کے ہر موڑ پر قدم بہ قدم فقہی رہبری اور فتاوی ومسائل کی ضرورت ہر مسلمان محسوس کرتا ہے۔ جس کی تکمیل ہر دور کے اہل علم وارباب افتاء کے ذریعہ ہوتی رہی ہے ''حبیب الفتاوی'' اسی ضرورت کی تکمیل کی ایک کڑی ہے جو ہندوستان کے ممتاز اور مشہور مفتی اور نامور صاحب قلم اور ۴۰ کتابوں کے مصنف حضرت حبیب الامت، عارف باللہ حضرت مولانا الحاج مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم سابق مفتی واستاذ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور حال شیخ الحدیث وصدر مفتی بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، سنجر پور ضلع اعظم گڈھ یوپی، انڈیا۔ تلمیذ رشید وخلیفہ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ مفتی اعظم دار العلوم دیوبند وخلیفہ ومجاز بیعت حضرت مولانا شاہ عبد الحلیم صاحبؒ جونپوری کی جامع تصنیف ہے جن کے قلم سے ۴۰ کتابیں نکل کر اصحاب افتاء علماء امت، زعماء ملت سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

''حبیب الفتاوی'' میں جو علمی گہرائی، احکام شریعت سے آگہی، مطالعہ کی وسعت، بالغ نظری، فقہی بصیرت، حوادث الفتاوی کا انطباق، جدید مسائل کا حل پایا

جاتا ہے وہ دیدنی ہے، مستند کتابوں کے حوالے اور نظائر کے ساتھ تقریباً تمام ابواب پر عام فہم اور دلنشیں اسلوب میں مفصل بحث کی گئی ہے، اردو فتاوی میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب، ملک کے درجنوں بزرگ ارباب افتاء، ام المدارس کے علماء فقہاء کی تصدیق وتصویب، عمدہ کاغذ، خوبصورت طباعت، دلکش ٹائٹل کے ساتھ ''حبیب الفتاوی'' کی آٹھ (۸) جلدیں نئی تحقیق وتعلیق اور جدید ترتیب کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہیں جو یقیناً اصحاب افتاء واہل علم واہل مدارس کے لئے ایک قیمتی تحفہ ہے۔

☆☆☆

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ الحبیب، جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

(۲) مکتبہ الحبیب وخانقاہ حبیب گوونڈی ممبئی

(۳) مکتبہ الحبیب وخانقاہ حبیب مقام پوسٹ حبیب آباد جھٹکاہی ڈھاکہ، ضلع مشرقی چمپارن، بہار

(۴) مکتبہ طیبہ دیوبند ضلع سہارنپور

(۵) اسلامک بک سروس پٹودی ہاؤس دریا گنج، دہلی

تعارف تصانیف حضرت حبیب الامت

(۱) حبیب الفتاوی (جلد اول)

(۲) حبیب الفتاوی (جلد دوم)

(۳) حبیب الفتاوی (جلد سوم)

(۴) حبیب الفتاوی (جلد چہارم)

(۵) حبیب الفتاوی (جلد پنجم)

(۶) حبیب الفتاوی (جلد ششم)

(۷) حبیب الفتاوی (جلد ہفتم)

(۸) حبیب الفتاوی (جلد ہشتم)

(۹) تحقیقات فقہیہ (جلد اول)

(۱۰) تحقیقات فقہیہ (جلد دوم)

(۱۱) رسائل حبیب (جلد اول)

(۱۲) رسائل حبیب (جلد دوم)

(۱۳) التوضیح الضروری شرح القدوری (جلد اول)

(۱۴) التوضیح الضروری شرح القدوری (جلد دوم)

(۱۵) ملفوظات حبیب الامت (جلد اول)

(۱۶) ملفوظات حبیب الامت (جلد دوم)

(۱۷) حیات حبیب الامت (جلد اول)

(۱۸) حیات حبیب الامت (جلد دوم)

(۱۹) حیات حبیب الامت (جلد سوم)

(۲۰) حیات حبیب الامت (جلد چہارم)

(۲۱) صدائے بلبل (جلد اول)

(۲۲) حبیب العلوم شرح سلم العلوم

(۲۳) جمال ہم نشیں

(۲۴) حبیب السالکین

(۲۵) تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت

(۲۶) حضرات صوفیاء اوران کا نظام باطن

(۲۷) قدوۃ السالکین

(۲۸) جذب القلوب

(۲۹) احب الکلام فی مسئلۃ السلام

(۳۰) مبادیات حدیث

(۳۱) نیل الفرقدین فی المصافحۃ بالیدین

(۳۲) التوسل بسید الرسل

(۳۳) حضرت حبیب الامت کی خدمات جلیلہ

(۳۴) المساعی المشکورۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ

(۳۵) احکام یوم الشک

(۳۶) والدین کا پیغام زوجین کے نام

(۳۷) علماء وقائدین کے لئے اعتدال کی ضرورت

(۳۸) مسلم معاشرہ کی تباہ کاریاں

(۳۹) درود وسلام کا مقبول وظیفہ

(۴۰) اک چراغ

(۴۱) خطبات حبیب الامت